گنبدِ خضراء پر دشمنانِ دین کے حملے کے احوال
اعداءِ گنبدِ خضراء
مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
مُفتی مُحمّد فیض اَحمد اُویسی رضوی
نور اللہ مرقدہ
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﷺ

گنبد خضراء اور اُس کے اعداء

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

﴿پیش لفظ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدللّٰه علٰی فضلهٖ و احسانهٖ ، بزمِ فیضانِ اُویسیہ گذشتہ 11 سال سے مسلکِ اہلسنّت والجماعت کی ترویج واشاعت کے لئے دن رات مصروفِ عمل ہے جس کی سرپرستی پیرِ طریقت ، رہبرِ شریعت شیخ الحدیث والقرآن، محدّثِ وقت حضرت علامہ ابو الصالح پیر مفتی محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی فرمارہے ہیں ۔آپ نے اس دورِ پرفتن میں ''4500'' کے قریب کتابیں تحریرفرمائیں جن میں نصف سے زائد غیرمطبوعہ ہیں ۔

زیرِنظر رسالہ ''گنبدخضراء اوراُس کے اعداء'' سلسلہ اشاعت مفسراعظم پاکستان کی تیئسویں پیشکش ہے مولا ﷻ اسے اپنی بارگاہ میں مقبولیت کا شرف بخشے ، مصنف استاذی وسندی کواللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کے طفیل صحت وعافیت کے ساتھ اجرِعظیم عطافرمائے کہ مجھے اس قابل سمجھ کراشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی ۔

آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین

ناظمِ اعلیٰ وسگِ درگاہِ اُویسی محمد عرفان اُویسی

حضور مفسرِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے بارے میں جیّد علماء کرام کے تاثرات

حضرتِ علامہ ومولانا ابومحمد اعجاز قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

آپ نے حضورمفسرِ اعظم پاکستان کی حیاتِ مبارکہ کے کئی پہلوکواُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔آپ کی تحریر بنام ''مظلوم مصنف'' اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ آپ کے دل میں آج علماء ومشائخ کی وہ قدر ومنزلت ہے جس کی آج ہرسنّی کوضرورت ہے۔آپ اپنی تصنیف کے کئی پہلو میں سے ایک پہلو بنام ''تصنیف و تالیف'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''دورانِ تعلیم ہی فیضِ ملّت نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع فرمایا اورآپ کی سب سے پہلی تصنیف کا نام ''کارآمد مسئلے حصّہ اوّل'' ہے۔اِسے سب سے پہلے مکتبہ اُویسیہ رضویہ حامد آباد خانپور سے شائع کیا گیا اب اس کی

دوبارہ اشاعت قطبِ مدینہ پبلیشرز عطاری کتب خانہ کھارادر سے ہوئی۔اسی طرح یہ لکھنے کا سلسلہ جاری وساری ہے اور تقریبًا چار ہزار(4000)سے زائد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

فیضِ ملّت نے اُردو،عربی،فارسی،سرائیکی،سندھی زبانوں میں گرانقدر کتابیں تحریر کی ہیں لیکن زیادہ تر کتابوں کا تعلق اُردو اور عربی زبان سے ہے۔

اسی کتاب میں ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں کہ ''فیضِ ملّت ایک ایسی شخصیت سے عبارت ہے جو کہ اپنی ذات یکتا میں پوری جماعت کو سمیٹے ہوئے ہے۔عقل اُن کی ذات میں حیرانگی کے عالم میں گُم ہے کہ کس طرح ایک شخص اس قدر اوصاف اپنائے ہوئے ہے۔اگر آج کا کوئی شخص پچاس یا ساٹھ کتابوں کا مصنف ہو تو اُسے مصنفِ اعظم کہا جاتا ہے اب اگر یہی معیار ہے کہ پچاس یا ساٹھ کتب کے مصنف کو مصنفِ اعظم کہا جائے تو میرا قلم یہاں حیران ہے کہ میں اس ''مظلوم مصنف'' کو جو کہ تقریبًا پانچ ہزار کتابوں کا مصنف ہے کون سا لقب دوں؟ یہاں تو القابات بھی بہت چھوٹے نظر آرہے ہیں مگر بفضلِ خدا فیضِ ملّت کی ذات ان سے کہیں بلند وبالا ہے کیونکہ فیضِ ملّت نے یہ کام شہرت اور لقب پانے کے لئے نہیں کیا بلکہ خدا ورسول ﷻ وﷺ کو راضی کرنے کے لئے کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے خُلوص ومحبت اور کمال وعاجزی کی برکت سے آپ کو وہ کمال ونام عطا فرمایا جس کی مثال نہیں ملتی۔''

بے نشانوں کے نشاں مٹتے نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

مفسرِ اعظم پاکستان کی تحریر کردہ ان پانچ ہزار کتابوں میں سے تقریبًا اٹھارہ سو کے قریب زیورِطبع سے آراستہ ہوچُکی ہیں مزید کئی ہزار کتابیں سُنّی عوام کے لبیک کے انتظار میں زیورِطباعت کی منتظر ہیں کہ کہیں خدانخواستہ دیمک کی خوراک نہ بن جائیں۔اگر آپ اپنے ان مشائخ کی خدمات کا کچھ حاصل اور خاطر خواہ خدمت کے متمنی ہیں تو ''بزمِ فیضان اُویسیہ'' کے ساتھ تعاون فرمائیں اور اپنی سنوری ہوئی آخرت میں مزید نکھار پیدا فرمائیں۔

عام حالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا
ارے کچھ تو ایسا کر کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مِنْ لا نَبِیُّ بَعْدَہٗ

اما بعد! فقیر کو سال ۱۴۲۸ھ میں ماہِ رمضان شریف میں گنبد خضراء کی حاضری نصیب ہوئی۔ مدینے پاک میں لمحہ لمحہ ہزاروں نیکیاں نصیب ہوتی ہیں لیکن نجدی مولوی اور اُن کے چیلے چانٹے ہم غریبوں کو چین سے عبادت کرنے نہیں دیتے بلکہ اُلٹا عملی، ذہنی اذیتوں سے ہمیں تنگ کرتے ہیں۔ اس سال یہ حادثہ پیش آیا کہ نجدی مولویوں نے ایک کتاب چھاپ کر عام شائع کی اور تا حال اُن کی یہ شرارت جاری ہے جس میں دیگر گستاخیوں کے علاوہ سعودی حکومت کو اپیل کی کہ گنبد خضرا کو زمین بوس کیا جائے (گرا دیا جائے) (معاذاللّٰہ)۔ اس کتاب کو پڑھنے پر میرے جیسوں کا جگر پاش پاش تو ہونا تھا لیکن اس کا علاج ہمارے یہاں کیا؟۔ فقیر نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا اظہار قلم کے ذریعے پیش کر دیا لیکن اس کی اشاعت میرے لئے دشوار تھی۔ اللہ بھلا کرے بزم فیضان اُویسیہ کا کہ حسب منشور اس رسالہ کو شائع کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فقیر اور ناشر کا یہ تحفہ قبول فرمائے۔ ہمارے اور تمام رفقاء کے لئے توشۂ راہ آخرت ہو اور قارئین کے لئے مشعل راہِ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بِجَاہِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۳ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تاریخِ گنبدِ خضراء: جہاں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اُس عمارت کو گنبد خضراء سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وہ حجرہ مقدسہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی بسر فرمائی اور اسے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تیار فرمایا تھا۔

فائدہ: اس معنی پر گویا مزار کے گرد تعمیر (قبہ جات ومزارات) کی ابتدا خود بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجرۂ پاک میں رہا کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں تقاضۂ ادب اور ضرورت کے تحت حجرۂ مبارک کے دو حصے کر دیئے تاکہ بی بی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حصہ میں اور قبور مبارکہ دوسرے حصہ میں ہوں تاکہ عقیدت مند قبرِ انور کی زیارت آسانی کے ساتھ کرسکیں۔ ابنِ سعد کی روایت ہے کہ عمرو بن دینار اور عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ حیاتِ طیبہ میں کاشانۂ نبوی کے گرد کوئی چار دیواری نہ تھی۔ سب سے پہلے یہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے بنوائی۔(وفا الوفاء صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: مزاراتِ محبوبانِ خدا کی تعمیر کے جواز کی توثیق مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوئی اس معنی پر مزارات پر قبہ جات وتعمیرات کا جواز اجماعی ہوگیا۔

دورِ تابعین رضی اللہ عنہم: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اجناب عروہ ابن سعد سے انہوں نے نوبل بن سعید بن مغیرہ ہاشمی سے اور علامہ سمہودی نے محمد بن عقیل سے روایت کی ہے کہ شب کے آخری حصے میں روضہ اقدس کی حاضری دینا اور تہجد پڑھنا میرا معمول تھا ایک رات میں عادت کے مطابق گھر سے نکلا جب روضۂ اقدس کے قریب پہنچا تو میرے ہوش اُڑ گئے، بارش کی وجہ سے روضۂ اقدس کی دیوار گری ہوئی تھی اور قبرِ انور نظر آرہی تھی اتنے میں محسوس ہوا کہ کوئی آرہا ہے۔ حضرت عمر بن العزیز (عمر ثانی) رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبرِ انور کو ننگا دیکھا تو خوف واضطراب سے اتنا روئے کہ کبھی بھی اس طرح زار وقطار روتے نہیں دیکھے گئے۔ صبح تک محبوبِ حقیقی کے پہلو میں بیٹھے رہے، صبح سویرے مدینے کے مشہور اور سعادت مند معمار جناب وردان کو بلایا وہ بھی یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے اور آلات لے کر آگئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بی بی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابوحفصہ کو حکم دیا انہوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر دیوار بنائی اس کے بعد اندر کی صفائی کا مرحلہ آیا۔ اس موقعہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبرِ انور کو صاف کرنے کی جو خدمت ملازم انجام دے رہا ہے اگر یہ میرے حصے میں آتی تو ساری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔

(عمدۃ القاری، جلد ۸، صفحہ ۲۲۷ وفا الوفاء ۳۸۷)

فائدہ: ان روایات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ مسجد نبوی اور روضۂ اقدس کی حفاظت، تزئین اور قبرِ انور کی حرمت کے تحفظ کے لئے سب سے پہلے خلفائے راشدین میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد

العزیز (جن کا شمار پانچویں خلیفہ راشد کے طور پر خلفائے راشدین میں کیا جاتا ہے) نے جو اقدامات کئے رقبہ جات، تعمیرات اور مزارات کا بدعت کہنا انتہائی بدبختی ہے۔

عباسی خلفاء: خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران ۱۷۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وارد ہوئیں اُنہیں مسجد نبوی اور روضہ انور سے بڑی عقیدت تھی۔

اسی طرح عباسی خلیفہ المتوکل نے ۲۳۳ھ میں روضۂ اقدس کے گرد سنگِ مرمر کا فرش بچھانے کا خاص اہتمام کیا چنانچہ اُس نے مشہور ماہرفن اسحاق کو مدینہ طیبہ اور مکۃ المکرّمہ کی تعمیرات کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا اور حکم دیا کہ حجرۂ پاک میں سنگِ مرمر بچھائے۔ (وفا الوفا ،صفحہ ۴۰۸)

اسی طرح عمدۃ القاری،جلد۸،صفحہ ۲۲۷ پر تحریر ہے کہ ''جب متوکل حکمران ہوا تو حجرۂ پاک کے ارد گرد سنگ مرمر نصب کرایا۔خلیفہ المقتضیٰ (۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ) نے ان تعمیرات میں مزید اضافہ کیا اور ۵۴۸ھ میں از سرِ نو سنگِ مرمر بچھوایا،صندلی وآبنوس لکڑی کی نہایت خوبصورت اور پھولدار کھڑکیاں لگائی گئیں۔اُن کے وزیر جمال الدین نے اس سلسلے میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور شفاف براق (چمکدار جگمگاتا ہوا) پتھروں سے حرمِ نبوی کو سجادیا''۔

(عمدۃ القاری،جلد۸ ،صفحہ۴)

عباسی خلیفہ المنقضی (۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ) نے ۵۷۰ھ میں بنفشی رنگ کے ریشمی پردے تیار کروائے اور اُن کے چاروں کناروں پر چاروں خلفائے راشدین کے نامِ نامی رقم کروا کر لٹکائے۔ (وفا الوفاء، صفحہ ۴۱۵)

خلفائے عباسیہ کے علاوہ دوسرے مسلمان بادشاہوں اور حاکموں نے بھی اپنی محبت اور عقیدت و نیاز مندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ شاہانِ مصر کے وزیر حسن بن ریحا نے سفید ریشمی پردے لٹکائے جن پر سرخ وزرد رنگ کی ریشم کے ساتھ نقش کاری کی گئی اور یٰسین شریف لکھی گئی۔(عمدۃ القاری)

شاہانِ مصر کی عقیدت: مسلمان بادشاہوں کی عقیدت اور نیاز مندی کا عالم یہ تھا کہ سلطان رکن الدین بیرلیس نے ۶۶۷ھ میں حج کیا جب روضۂ اقدس پر حاضری دی تو اُس کے دل میں روضۂ اطہر کے ارد گرد جالی لگانے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس نے اگلے سال جالی بنا کر بھجوائی جو ۶۶۸ھ میں لگائی گئی۔

(عباس کوارئہ تاریخ المدینہ ،تحقیق النصرۃ ۸۴۔الوفا ۴۳۸)

۶۷۸ھ میں قلاؤن صالحی نے تانبے کی جالیوں کے ساتھ قبۂ خضریٰ بنوایا خطیرہ شریف کے اوپر مسجد کی چھت سے بلند تھا اور وفا الوفا کی تصنیف ۱۰۰۱ھ تک موجود تھا۔(راحت القلاب،صفحہ ۱۲۶)

سلطان قلادون کے پوتے سلطان الصالح اسماعیل نے ۷۶۰ھ میں مصر میں ایک گاؤں خریدا اور اسکی آمدنی کعبہ مکرمہ اور روضہ انور کے پردوں کے لئے وقف کر دی۔ (وفا الوفا، صفحہ ٤١٦)

مصر پر ترکی سلاطین کا قبضہ ہو جانے کے بعد سلطان سلیمان اعظم ملک الصالح کے اس وقف میں مزید سات گاؤں کا اضافہ کیا اور حسبِ معمول غلافِ کعبہ اور پردے اور ممبرِ نبوی کا غلاف مصر سے بن کر آنے لگا۔

(غلافِ کعبہ کی تاریخ مرتب مودودی، صفحہ ١٩)

سلطان الصالح بن محمد کے بعد حسن بن محمد نے ۷۶۵ھ میں گنبدِ پاک کی تعمیر از سرِ نو کروائی ۸۸۱ھ میں پھر اس گنبدِ پاک کی تعمیر شروع ہوئی جسکی تعمیل بروایت علامہ سمہودی ۸۹۲ھ اور بروایت امام محمد مہدی مطالع المسرات ۸۸٦ھ میں ہوا۔ (وفاالوف، صفحہ ٤٣٧، مطالع المسرات، صفحہ ١٣٨)

روضۂ اطہر کی موجودہ صورت ۸۸٦ھ میں وجود میں آئی جواب تک قائم ہے۔

ترک سلاطین: یہ مسجد شریف جو اس وقت موجود ہے وہ مصر کے بادشاہ قاتیبا نے ۸۸۸ھ میں تعمیر کرائی تھی۔

(وفاء الوفاء راحتِ القلوب ترجمہ جذبُ القلوب، صفحہ ١٢٧)

خاندانِ قلادون کے مملوک مصر کی طرح ترکی کے سلاطین نے بھی روضۂ اطہر کی تعمیر و تزئین میں حسنِ اہتمام کی تمام تر دلنوازیوں کے ساتھ حصّہ لیا اور گنبدِ خضراء کا سبز رنگ انہی کی پسند ہے جو ذوقِ نظر کے ساتھ ساتھ ان کے حسن انتخاب و حسن عقیدت کی بھی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ترکیوں نے مسجدِ نبوی اور روضۂ مبارک کی توسیع اور تزئین کے لئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

اس کے بعد سلطان سلیمان رومی نے دسویں صدی کے وسط میں روضۂ مبارکہ میں سنگِ مرمر کا فرش لگایا۔

(جذب القلوب، صفحہ ١٢٧)

اس سلسلے میں عثمانی خلیفہ محمود خان (۱۲۲۳ھ تا ۱۲۵۵ھ) کی محبت و ارادت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ایک باوفا اور سچے مومن اور عاشقِ صادق کی طرح اس نے ۱۲۳۳ھ میں روضۂ مبارک کی بنیاد و تعمیر میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور ذاتی طور پر حصہ لے کر گنبدِ خضراء پر سبز رنگ کرایا۔ (تاریخ الحرمین)

فائدہ: موجودہ گنبدِ خضراء اسی عاشقِ صادق ترکی بادشاہ کی یادگار ہے اور خدا کرے تا قیامت یہ گنبد سدا بہار رہے۔ (آمین)

دشمنانِ گنبدِ خضراء کی تاریخ: اس تاریخ کے درمیانی پہلو بیان کئے جائیں تو سینکڑوں اوراق معرضِ وجود میں آئیں۔ فقیر کی کتاب ''روضۂ رسول ﷺ تاریخ کے آئینہ میں'' کا مطالعہ کریں۔ ذیل میں ہم چندان

دشمنوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں گنبدِ خضراء اور روضۂ رسول ﷺ سے عداوت ہے۔

پہلا دشمن انگریز: یہ ۵۵۷ھ کی بات ہے اس وقت حرمین شریفین پر خلیفہ ملک العادل نور الدین زنگی حکمران تھے۔ایک رات وہ سو رہے تھے کہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔حضور ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے نور الدین زنگی سے فرمایا ''نور الدین یہ دو آدمی ہمیں ستا رہے ہیں ان کے شر کا خاتمہ کر دو۔''

نور الدین اُس وقت بیدار ہوئے، وضو کیا، نوافل پڑھے اور سو گئے، دوبارہ وہی خواب دیکھا اُٹھے وضو کیا نفل پڑھے اور سو گئے، تیسری بار حضرت نور الدین نے وہی خواب دیکھا اب کی بار اُس نے دشمنانِ رسول ﷺ کو گہری نظر سے دیکھا اور ان کی شناختیں ذہن میں محفوظ کر لیں اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور حکام کو حکم دیا کہ شہر کی کل آبادی سے وہ فرداً فرداً ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور کوئی بھی اس سے بالاتر نہ سمجھا جائے گا چنانچہ نور الدین زنگی نے مدینہ طیبہ کے ہر فرد سے ملاقات کی مگر مطلوبہ افراد دکھائی نہ دیئے۔نور الدین نے مدینہ کے حکام سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص ایسا تو نہیں رہ گیا جس نے ہم سے ملاقات نہ کی ہو، جواب ملا کہ دو مغربی درویش صفت جو سخی ہیں اور جُو دو سخا میں اپنی مثال آپ ہیں اپنے حجرے میں رہتے ہیں اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ملاقات نہ کر سکے۔نور الدین نے سختی سے حکم دیا کہ اُن دونوں کو بھی حاضر کیا جائے۔وہ جیسے ہی سلطان کے روبرو لائے گئے اس نے چشمِ زدن میں دونوں کو شناخت کر لیا۔نور الدین زنگی انہیں ساتھ لے کر حجرے میں پہنچے انہیں باہر کھڑا کیا اور خود اندر چلے گئے۔تلاش بسیار کے بعد قرآنِ پاک و چند کتابوں کے سوا کچھ نہ پایا۔آخر سلطان نے فرش پر بچھی ہوئی چٹائیاں اُٹھوائیں اور غور کیا تو ایک سِل اُکھڑی ہوئی نظر آئی سِل اُٹھائی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے نیچے ایک سُرنگ کھودی گئی تھی جس کا دوسرا سِرا روضۂ اطہر کے اندر پہنچ گیا ہے، دُرویش صورت اور شیطان سُرت مجرمین دھر لئے گئے تحقیق پر انکشاف ہوا کہ یہ دونوں عیسائی تھے اور روزۂ اطہر سے بذریعہ سُرنگ آنحضرت ﷺ کے جسدِ مبارک کو نکال کر لیجانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے یہ دیکھ کر نور الدین زنگی کی زبان سے ایک ہی جملہ رواں ہوا تھا۔آقائے نامدار ﷺ نے اپنے غلام کو ایسے وقت میں یاد فرمایا!

نور الدین نے ان دونوں کو قتل کرا دیا اور روضۂ مبارک کی بنیادیں اتنی کھود لیں کہ زمین سے پانی نکل آیا پھر سیسہ اور دوسری دھاتیں پگھلا کر بھر دیں۔دورانِ خطرات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روضۂ مبارک کو محفوظ کر لیا گیا۔

(جذب القلوب، صفحہ ۱۸۵۔۱۸۳)

شیعہ رافضی: عہدی حکومت کے چھٹے حکمران الحاکم (۳۸۶ھ) کے عہد میں کچھ شرارت پسندوں اور بے دین عناصر نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت حاکم سے ملاقات کی اور اسے پٹی پڑھائی کہ تم مصر میں ایک مقبرہ تعمیر کراؤ اور روضۂ اقدس کے مکینوں کے اجسامِ مطہرہ کو یہاں سے نقل کر دو اس طرح ساری دنیا میں تمہارا شہرہ ہو جائے گا اور لوگ

زیارت کوآنا شروع ہوجائیں گے۔حاکم کو یہ بات بھا گئی اس نے مصر میں مقبرہ تعمیر کرایا اس نے ایک شخص ابوالفتوح کو تیار کیا اوراس کو چند ساتھیوں کے ہمراہ ناپاک مقصد کی تکمیل کے لئے مدینہ شریف بھیجا۔لوگوں کو جب حقیقت کا علم ہوا تو کھلبلی مچ گئی لوگوں نے اس کواس مذموم ارادے سے روک دیا۔ابوالفتوح نے عوام کی وارفتگی اورعقیدت کو دیکھ کراپنا ارادہ ترک کردیا مگرابن سعدون لکھتے ہیں کہ لوگوں نے مشتعل ہوکراُس کے تمام ساتھیوں سمیت اسے قتل کردیا۔

(وفا الوفاء،تاریخِ بغداد الدین النجار محب طبری کی الریاض النصرة)

چالیس گستاخان صحابہ و رسول ﷺ زمین میں دھنس گئے: روضۂ اقدس کے خادمِ خاص حضرت شمس الدین صواب تھے۔ایک روزان کے ایک دوست نے آ کر بتایا کہ آج حاکمِ مدینہ کے پاس کچھ لوگ آئے تھے انہوں نے امیر کوآمادہ کرلیا ہے کہ روزۂ اقدس سے جناب صدیق اکبررضی اللہ عنہ اورحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجسامِ مبارکہ نکال کرلے جائیں امیر نے یہ بات مان لی۔ یہ بات سنتے ہی حضرت صواب غم سے نڈھال ہوگئے اتنے میں امیر آیا اور کہا کہ رات کو کچھ لوگ آئیں گے آپ روزۂ اقدس کی چابیاں ان کے حوالے کردیں اورانھیں کسی بات پر نہ روکیں۔اس حکم سے انہیں یقین ہوگیا کہ واقعی سازش تیار ہوگئی تھی۔حضرت صواب بلک بلک کر رونے لگے،تن بدن کا ہوش نہ رہا۔اتنے میں حرم کا دروازہ کھٹکا اُٹھے اوردروازہ کھولا باہر کچھ لوگ اوزاراور شمعیں لئے کھڑے تھے۔دروازہ کھلتے ہی وہ تمام لوگ اندرداخل ہوگئے۔حضرت صواب کے دل پر چوٹ لگی انہوں نے ان بدنیت افراد کوگننا شروع کردیا وہ چالیس تھے ابھی حجرۂ مبارک کے قریب ہی نہ پہنچنے پائے تھے کہ زمین پھٹی اوردیکھتے ہی دیکھتے وہ بدکرداراورناپاک اس میں سماگئے اوران کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

یہ افراد جس جگہ غرق ہوئے آج بھی مسجد نبوی میں وہ ''عبرت کا نشان'' بنا ہوا ہے۔تاریخ کی طرف آئیں اوردیکھئے کہ اس نے قدر بھیانک انداز میں،مقاماتِ مقدسہ،مزارات مبارکہ،کعبہ شریف،کربلا معلٰی،طائف اور جنت البقیع کے مزارات وحجرات کوتباہ وبرباد کیا۔ان واقعات کی مختصر سی جھلک ملاحظہ فرمائیے

علامہ السید شریف نے تاریخ وھابیہ (صدق النجر) میں تحریر کیا ہے کہ سعود نے ایک نیا دین گھڑا اوراہل اسلام کو بے دین بدعتی اورمشرک ٹھہرایا۔

۲۱٦ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشہدِ مبارک پر حملہ کیا بچوں اورمردوں کو بے دریغ قتل کیا اور بے اندازہ دولت لوٹی اورروضہ اقدس کی عبارت کوخراب اورمنہدم کیا۔

حسنی (بی۔اے)سوانح ابنِ مسعود کے صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ۱۲۱۷ھ میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور بہت سے

مقاماتِ مقدسہ کو تباہ و برباد کیا اور پھر مدینہ طیّبہ میں وہی تاریخ دُہرائی جو وہ طائف اور مکہ مکرمہ میں اور کربلا معلیٰ میں دہرا چکے تھے۔ اُس نے جنت البقیع کی قبور کو مسمار کیا، گنبد گرادیئے، مزارات کی بے حرمتی کی اور تمام آثار و تبرّکات مٹا دیئے، حجرۂ شریف سے تمام زروجواہر لوٹ لئے اور قالین اُٹھوا کر اپنے شہر درعیہ لے گیا اس سلسلہ کو الحرام کے صفحہ ۲۹٤ پر اس طرح تحریر کیا گیا ہے کہ ۱۲۱۱ھ میں انہوں نے حجرۂ مطہرہ کے اموال و جواہر لوٹے۔ مکہّ مکرمہ جہاں خون ریزی کی اجازت نہیں جوں بھی مارے تو کفارہ دینا پڑتا ہے چنانچہ وہابیوں نے ستمبر میں طائف میں خون کی ندیاں بہائیں اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مکہ مکرمہ پر قبضہ ہوا اور خون کی ندیاں بہائیں۔ بقول حسنی (بی۔اے) انہیں اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین کی جانیں بچ جائیں لیکن مقابر و مزارات ضرور منہدم کردیئے جائیں گے اور مساجد کی آرائش ضائع کر دی جائے گی۔

گنبدِ خضراء پر فائرنگ: اگست ۱۹۲۵ء میں وہابیوں نے مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کی اور اپنی اعتقادی روایات کے مطابق ادب و احترام سے خالی وحشیانہ یورش میں گنبدِ خضراء کے قدسی آداب کا بھی پاس ولحاظ نہ رکھا اور گنبدِ خضراء پر بھی فائرنگ کی چنانچہ حسنی (بی۔اے) تاریخ ابن سعود میں رقمطراز ہے کہ مسلمانوں میں پھر غیض وغضب برپا ہوا مسلمان حکومتوں کی طرف سے احتجاج شائع ہوئے۔ فرداً فرداً مسلمان بھی روضۂ اقدس کے تحفظ کے لئے کوشش کرتے رہے۔ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے بھیجا۔ ۱۹۲۵ء کے آخر میں اس وفد نے بیان شائع کیا کہ واقعی گنبدِ خضراء پر پانچ گولیاں لگی ہیں۔ (صفحہ ۱۵۷)

سازشوں، ستم کاریوں کے بعد سعودی یہ کوشش تھی کہ وہ گنبدِ خضراء کو بھی مسمار کردے اس کا اشارہ حضرت فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تصنیف الجبار میں کیا ہے۔

ان لوگوں نے گنبد خضراء شریف کو گرادینے کا ارادہ بھی کرلیا تھا مگر قدرت نے اس کی حفاظت فرمائی اور ان کے شروفساد سے محفوظ رکھا۔ یہ حلقے ابھی تک اس امر پر مطمئن نہیں ہوسکے کہ گنبد خضراء اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم رہے۔

سعدا لحصین تجویز: (الف) اکبر هذه البدعة و الفتن اقدمها ادخال تبر االنبی ﷺ وقبری صاحبه رضی الله عنهما داخل المسجد النبوی

(هفت روزه الدعوة، ص ٤، ۹ شعبان ۱۳۹۸ھ ابنِ خلدون روڈ، ریاض سعودی عرب)

یعنی ان میں سب سے بڑی اور پرانی بدعت اور فتنہ نبی ﷺ اور ان کے دونوں اصحاب (حضرتِ ابوبکر صدیق وعمر فاروق) رضی اللہ عنہما کی قبروں کو مسجدِ نبوی کے اندر داخل کرنا ہے۔

(ب) و اذا قیل رائی فی ان هذا منکر: فان الفرضة ستقدم نفها لتغییره قریبا عند بدع التوسعة الغربیة حیث یمکن الاستغناء عن الجزء الشرقی المسجد بطوله و اعادة حدود المسجد الشرقیة

على ما كانت عليه زمن النبیﷺ وز من خلفاء الراشدين، وازالة او اخفاء القبة والنقوش والستر استجابة لار صاحب القبر والحجراتﷺ تبسويةالقبور المشرفة والنهی عن تجصيصها والبناء عليهما(الدعوة از سعد الحصين، ص٦)

یعنی اور جب میری رائے مان لی جائے گی کہ یہ ایک منکر ہے تو مسجدِ نبوی کے مغربی حصّہ کی توسیع کے وقت جلد ہی اس میں تبدیلی کا موقع مل جائے گا اور مسجدِ نبوی کے پورے مشرقی حصے سے بے نیازی ہو جائے گی نبی ﷺ اور ان کے خلفاء راشدین کے زمانے میں جس طرح مسجدِ نبوی کے مشرقی حدود تھے انہیں اسی طرح کرنا، گنبد خضراء اور نقوش و چادر کو پوشیدہ کرنا یا ہٹا دینا بھی ممکن ہوگا نبی ﷺ کے حکم کے مطابق کہ انہوں نے اونچی قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرمایا، انہیں پختہ کرنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا۔

(ج) امامجرد المشى على خطى من قبلنا فليس من شرع الله فى شىء۔ (الدعوة،صفحه٨)

یعنی محض اپنے اگلوں کے نقشِ قدم پر چلنا خدا کا کوئی قانون نہیں۔

تبصرۂ اُویسی: گنبد خضراء کو مٹانے کیلئے مضمون نویس نے کئی دلیلیں دی ہیں سب سے بڑی دلیل یہ دی کہ گنبد خضراء بدعت ہے۔ یہ وہابیوں، نجدیوں کا پرانہ حربہ ہے اور سخت غلط بلکہ گمراہی ہے بالخصوص گنبد خضراء کے لئے بدعت کا اطلاق سراسر حماقت ہے۔ اس لئے کہ اگر سرورِ کائنات ﷺ اور حضرتِ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبورِ مبارکہ اور ان پر گنبد کی تعمیر کو بدعت اور فتنہ تسلیم کر لیا جائے تو خلفاءِ راشدین و عہدِ صحابۂ کرام و تابعین و تبع تابعین و آئمہ مجتہدین و جملہ مفسرین و محدثین فقہا و متکلمین و مفکرین و مدبّرین، اولیاء و مشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین غرضیکہ پورے سرمایۂ ملت کو معاذ اللہ ایسی عظیم بدعت کا مرتکب و حمایتی ماننا پڑے گا جس نے تقریباً چودہ سو سال سے عالم اسلام کے ایک ایک صاحبِ ایمان کو اپنے عشق و محبت کا والہ و شیدا بنا رکھا ہے اور وہ ہر دل جس میں ذرّہ برابر بھی ایمان کی رمق موجود ہے وہ اسے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز و محور تصور کرتا ہے۔ پوری امت کا اجماع ہے کہ گنبد خضراء کی تعمیر نہ صرف جائز ہے بلکہ بنظرِ عقیدت و احترام اس کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اُمت مسلمہ کا متفقہ فیصلۂ عمل اس کے مباح و جائز ہونے کی واضح اور بیّن دلیل ہے اور فرمانِ رسول ﷺ خود اس بات پر شاہدِ عادل ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِی عَلَی ضَلَالَةٍ

(عون المعبود،باب فی دوام الجهاد، كتاب الجهاد،الجزء٥، الصفحة٣٧٢،الحديث ٢١٢٥)

یعنی میری اُمت کسی فتنہ و گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ روضۂ رسول ﷺ بدعت نہیں جو اسے بدعت کہے وہ گمراہ اور پرلے درجے کا احمق ہے۔ اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ بدعت کے فتوے لگانے میں عجلت باز ہیں اسی لئے انکی یہ دلیل ہر لحاظ سے نا قابلِ قبول ہے۔ یہ اور واضح بات ہے کہ روضۂ اقدس اسلاف کا عمل ہے اسلافِ کرام کی اتباع اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا یہ ایسا اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ''عوام'' اور ''جاہلوں'' کی بات نہیں کہ انہیں خرافات اور مزخرفات کہہ کر ٹال دیا جائے ''خواص'' کے ہاتھوں یہ کام انجام پایا ہے۔ سلاطین و امراء اور عثمانی خلفاء نے جالی اور گنبد کی تعمیر کرائی گو وہ خود بھی احکامِ شرع سے واقف ہوا کرتے تھے یا لاعلمی کی صورت میں علماء وفقہاء سے مسائل پوچھ لیا کرتے تھے، اسے بھی تسلیم نہ کرلیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سات، آٹھ صدیوں تک علماء اور فقہائے اُمت نے غیرت وحمیت اسلامی کو بالائے طاق رکھ کر سلاطین و امراء کی رضا مندی کو سب پر ترجیح دیا حالانکہ علمائے اسلام نے اعلاء کلمة الحق کی راہ میں بڑے بڑے جابر حکمرانوں کی بھی ذرّہ برابر پرواہ نہ کی۔ لہٰذا اس طویل سلسلہ خیر و برکت کو بدعت اور باطل ٹھہرانا جمہورِ اُمّتِ مسلمہ سے اختلاف اور صراطِ مستقیم سے انحراف بلکہ الحاد (اُصولِ اسلام سے انحراف) ہے اور یہ الحاد نجدیوں وہابیوں کی عین مراد ہے اور وہ اپنی اس گندی عادت پر مجبور ہیں اسی لئے بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ

''الوهابية قوم لا يعقلون''

یعنی وہابی قوم میں عقل نہیں۔

شرارت جاری ھے: گنبد خضراء کو گرانے کا خبط جاری ہے چند سال خاموش رہ کر پھر وہی راگ الاپ رہے ہیں۔

معجزۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: نجدیوں کی اپنی یہ شرارت درحقیقت ظہور معجزۂ رسول ﷺ ہے اور آپ ﷺ کے علم غیب کا ثبوت علاوہ ازیں ان کے اجداد کی وراثت ہے اسکی تفصیل یوں ہے کہ نجد کا علاقہ ابتداء ہی سے اپنی قساوت و شقاوت قلبی میں مشہور ومعروف رہا ہے۔ جذبہ تحقیر و اہانت (توہین) کی وافر مقدار اس کے حصّہ میں آئی ہے اور عہدِ حاضر تک یہ اس کا وارث وامین ہے۔

ثبوت از قرآن: قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ '' کے تحت خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''قال الاسدی ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اعراب تميم''

(الدرا لمنثور للعلامة السيوطی،الجز السادس،صفحه٨٦، مطبوعه بيروت)

یعنی یہ پکارنے والے قبیلہ تمیم کے بدوی لوگ تھے۔

حوالہ جاتِ تفاسیر: عن مجاهد (إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ) (پارہ۲۶،سورۃالحجرات،آیت۴)

قال اعراب من بنی تمیم ۔

(الدرا لمنثور للعلامة السیوطی،سورۃالحجرات،آیت ٤،الجز ٩،الصفحة ٤٥)

یعنی حجروں کے پیچھے سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر بے عقل ہیں، پکارنے والے بنوتمیم کے کچھ لوگ ہیں ،مجاہدوغیرہ نے کہا کہ بنوتمیم کے کچھ اعراب (بدوی) ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وهم وفد من بنی تمیم قال مجاهد وغیره نزلت فی اعراب بنی تمیم قدم الوند منهم علی النبی ا فدخلوا المسجد و نادوالنبی امن وراء الحجرات ان اخرج الینا فان مدحنازین و ذمنا سین و کانوا سبعین رجلاقدموا لفداء ذراری لهم و کان النبی انائما للقائلة رسئل اجفاة بنی تمیم۔

(حاشیه الصاوی علی تفسیر الجلالین ،صفحه ٩٠،مطبوعه بیروت)

یعنی بنوتمیم کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسجدِ نبوی میں داخل ہوکر حجروں کے پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے لگا کہ ہمارے پاس آیئے اس لئے کہ ہماری مدح زینت اور ہماری مذمّت عیب ہے اُن بدویوں کی تعداد ستر تھی اپنے کچھ لوگوں کو چھڑانے کے لئے وہ آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ کے وقت مصروفِ خواب تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون لوگ تھے تو ارشاد فرمایا کہ بنوتمیم کے کچھ سنگ دل اور بداخلاق تھے۔

ارشادِ مصطفی ﷺ: اسی وادیٔ نجد کے باشندوں کے بارے میں سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ کنت فی مبدإ الرسالة أعرض نفسی علی القبائل فی کل موسم و لم یجبنی أحد جوابا اقبح و لا أخبث من رد بنی حنيفة

(خلاصة الكلام فی بیان امراء البلد الحرام،الجزء٢،الصفحة١٧،یطلب من مکتبة الحقیقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول-ترکیا)

(الدرر السنية فی الرد علی الوهابية، صفحه ٥١،٥٢، استانبول)

یعنی عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی ایام میں ہر موسم میں حج کے موقع پر میں قبائل کے سامنے اپنی دعوت پیش کیا کرتا تھا۔بنوحنیفہ کے جواب سے زیادہ قبیح اور ناپاک جواب مجھے کسی قبیلہ نے نہ دیا۔

منحوس وادی: وادی حنیفہ جس کا دوسرا نام یمامہ ہے اس کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ (ان وادیھم لا یزال وادی فتن الی آخر الدھر و لا یزال الدین فی بلیة من کذابھم الی یوم القیامة) وفی روایة (ویل للیمامة ویل لا فراق له)

(خلاصة الکلام فی بیان امراء البلد الحرام،الجزء۲،الصفحة۱۷،یطلب من مکتبة الحقیقة بشارع دار الشفقة بفاتح ۵۷ استانبول-ترکیا) (الدررالسنیة)

یعنی ان کی وادی قیامت تک فتنوں کی وادی رہے گی اور وہاں سے پیدا ہونے والے جھوٹوں کے سبب لوگ قیامت تک فتنہ میں مبتلا رہیں گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یمامہ پر مسلسل تباہی ہے۔

محمد بن عبد الوھاب نجدی کی جائے پیدائش اور مرکز: نجد کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے کہ نجد کا جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج سعودی حکومت کا پایۂ تخت ہے، عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گردونواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام (محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی جائے پیدائش ''عیینہ'' اور دعوت کا مرکز ''درعیہ'' دونوں اسی وادی میں واقع ہیں۔ (یہ ندوی صاحب نجدی کا ایک مداح ہے)

(حاشیه کتاب محمد بن عبدالوهاب ازمسعود عالم ندوی،صفحه ۱۶)

مشہور محقّق و فاضل محمد فرید وجدی نے اپنی انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ وتذخرج منھا القرامطة و مسیلمة الکذاب والو ھابیون وعاصمتھا مدینة الریاض و سکانھا قد ثلا ثین الفًا۔

(دائرة معارف القرن العشربن محمد فرید وجدی،المجلدالعاشر،صفحه ۵۰٤، مطبوعه بیروت)

یعنی نجد سے قرامطہ، مسیلمۃ الکذاب اور وہابیوں کا خروج ہوا نجد کا پایۂ تخت ریاض ہے اس کے باشندے تقریبًا تیس ہزار ہیں۔

المنجد میں ہے کہ کانت نجد ا المهد الاوّل للدعوة الوھابیة و فیھا نشأالبیت۔السعودی و منھا بسطو انفوذھم علی الاحاء و الحجاز و عسیر فانشأامیر ھا عبد العزیز بن محمد بن سعود الملکة العربیة السعودیة ۱۹۳۲ء۔(المنجد فی الاعلام،صفحه ۷۰٦، طبع سابع بیروت)

یعنی نجد وہابی مشن کا گہوارۂ اوّل ہے۔ سعودی خانوادہ یہیں سے بڑھا اور احساء حجاز، عسیر پر چھا گیا اور اس کے امیر عبد العزیز بن سعود نے ۱۹۳۲ء میں سعودی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

خواجہ حسن نظامی نے لکھا ہے کہ نجد کے باشندے سالہا سال سے وہابی ہیں اور ان کے مورثِ اعلیٰ (محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نام سے پوری دنیا کے وہابی منسوب ہیں۔نجدیوں کے عقائد ہندوستانیوں میں سے پوشیدہ نہیں کیونکہ یہاں بھی بہت سے وہابی موجود ہیں اور دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔''یہ خواجہ مذہبی لحاظ سے ہرجائی تھے۔''

(نادان وھابی،صفحہ ۳، مطبوعہ دھلی ،ربیع الاول ۱۳٤٤ھ،۱۹۲۵ء)

﴿شیخ نجدی رسول اللّٰہ اکا پرانا دشمن﴾

(۱)**دشمنی کا پہلا موقعہ:** کفارِ قریش اور مشرکینِ مکّہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد مکہ مکرمہ کے علاوہ اوس اور خزرج کے دیگر علاقوں میں بھی بڑھنے اور پھیلنے لگی اور وہ روز بروز طاقتور ہوتے جا رہے ہیں یہ صورت اُن کے لئے بڑی پریشان کن تھی جسے برداشت کرنے کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھے۔

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت روکنے کے لئے تمام اصحاب عقل ورآئے عتبہ اور شیبہ، پسران ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، طیمہ بن عدی ،جبیر بن مطعم ،نصر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوجہل ، اُمیہ بن خلف وغیرہم یہ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔

فاجتموا فی دارالندوۃ و لم یتخلف احد من اھل الرای و الحجی منھم لیتشادردا و حضر ھم و لیسھم و شیحھم ابلیس فی صورۃ شیخ کبیر من اھل نجد۔

(زادالمعادابن القیم الجوزی الجزء الثانی،صفحہ ۵۳، المطبعۃ المصریہ طبع ثانی ۱۳۹۲ھ - ۱۹۷۲ء)

یعنی ابلیس لعین بصورت شیخ نجدی دارالندوہ کی مجلس میں پہنچا اس کی صدارت میں اس مجلس کا انعقاد ہوا۔تمام اصحاب رائے رسولِ ہاشمی ﷺ کے خلاف اپنی رائیں پیش کرنے لگے ایک نے رائے دی کہ محمد ﷺ کے ہاتھ پاؤں میں بیڑی ڈال کر کسی بند کوٹھڑی میں ڈال دیا جائے دوسرے نے کچھ سوچنے کے بعد آپ ﷺ کو جلاوطن کئے جانے کی رائے دی۔

فَأَشَارَ كُلّ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِرَأْيٍ وَالشّيْخُ يَرُدّهُ وَلَا يَرْضَاهُ

(زاد المعاد،فصل (ائتمار قریش بہ صلی اللہ علیہ وسلم لقتلہ)،الجزء۳،الصفحۃ٤٥ ،موقع الإسلام)

یعنی سب اپنی اپنی رائیں پیش کرتے اور شیخ نجدی انہیں رد کرتا رہا۔

فَقَالَ الشّيْخُ النّجْدِيّ :لَا وَاَللّهِ مَا هَذَا لَكُمْ بِرَأْيٍ (سیرۃ ابن ھشام،جلد۱ ،صفحہ ٤٨١)

یعنی شیخ نجدی نے کہا خدا کی قسم تمہاری یہ کوئی ٹھوس رائے نہیں۔

آخر میں ابوجہل نے اپنی یہ رائے پیش کی کہ ہم ہر قبیلہ کے ایک ایک طاقتور نوجوان کا انتخاب کرکے اس کے

ہاتھ میں تلوار دیدیں اور وہ بیک وقت حملہ کر کے آپ ﷺ کا کام تمام کریں۔ (معاذ اللہ) اولادِ عبدِمناف یکہ وتنہا کس کس سے لڑے گی۔

فَقَالَ الشَّيْخُ لِلّهِ دَرّ الْفَتَى هَذَا وَاَللّهِ الرَّأْيُ

(زاد المعاد،فصل (ائتمار قريش به صلى الله عليه وسلم لقتله)،الجزء٣،الصفحة٤٥،موقع الإسلام)

یعنی دشمنِ رسول شیخ نجدی نے کہا خدا کی قسم اس شخص نے کتنی عمدہ رائے دی ہے اسی پر عمل ہونا چاہیئے۔

اس آخری تجویز پر ہر ایک نے اتفاق رائے کیا۔

فقال الشيخ النجدى القول ماقال الرجل هذا الرأى الذى لا رأى غيره فتفرق القوم على ذالك و هم مجمعون۔ (سیرۃ ابن ھشام،جلد اوّل،صفحه٤٨٢)

یعنی شیخ نجدی نے کہا بات یہی عمدہ ہے جو اس آدمی (ابوجہل) نے کہی۔ اس کے علاوہ کوئی رائے نہیں بالآخر ہر ایک نے اسی پر اتفاق کیا اور مجلس برخاست ہوگئی۔

(۲) دشمنی کا دوسرا موقعه: سیرۃ ابن ہشام کے شارح علامہ عبدالرحمٰن سہیلی اندلسی المتوفی ۵۸۱ھ نے اپنی کتاب الروض انف میں لکھا ہے کہ بیت اللہ کے سنگِ بنیاد کے موقعہ پر جو اختلاف ہوا تھا۔ اُس وقت بھی ابلیس شیخ نجدی کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور حضور ﷺ کو حَکم بنانے کے خلاف تحریک کی تھی۔

(حاشيه سيرة ابن هشام،صفحه٤٨)

ابلیس لعین شیخ نجدی کی شکل میں پہلی مرتبہ نہیں ظاہر ہوا تھا بلکہ و كان يرى إبليس فى صورة الشيخ النجدى

(مفاتيح الغيب،الجزء١٠،الصفحة١٢٠،موقع التفاسير)

یعنی رسول اللہ ﷺ ابلیس کو شیخ نجدی کی صورت میں دیکھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس معنی پر ابلیس کے مواقع دشمنی بہت زیادہ ہیں۔

نوٹ: ناظرین غور فرمائیں کہ ابلیس نے نجدی کی صورت کیوں اختیار کی؟ اس لئے کہ جسے جس سے پیار ہوتا ہے وہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور یہ گمراہ اس کا چیلہ ہے۔

نجد کو بدعاء: عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا

يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

(صحيح البخارى، كتاب الجمعة،باب ما قيل فى الزلازل و الآيات،الجزء٤، الصفحة١٤٧، الحديث٩٧٩)

(صحيح البخارى، كتاب الفتن،باب قول النبى صلى الله عليه و سلم الفتنة من قبل المشرق،الجزء ٢١، الصفحة ٤٩١،الحديث ٦٥٦٥)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے لئے تو ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔نجد کے لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ ﷺ (دعائے برکت فرمایئے) فرمایا اے اللہ! ہمارے لئے شام اور یمن میں برکت نازل فرما انہوں نے دوبارہ کہا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ ﷺ۔ راوی (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کا خیال ہے کہ تیسری مرتبہ فرمایا وہاں پر زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

شرح الحديث: اس کے بعد علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: وأشار بقوله هناك إلى نجد ونجد من المشرق

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الفتن،باب قول النبى -صلى الله عليه و سلم -الفتنة من قبل المشرق،الجزء٣٥،الصفحة١٥٧،الحديث٧٠٩٤)

یعنی ھنک سے سرکار دوعالم کی مراد نجد ہے، جو مشرق میں ہے۔

٢) عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ الْفِتْنَةُ هَا هُنَا الْفِتْنَةُ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّمْسِ

(صحيح البخارى، كتاب الفتن،باب قول النبى صلى الله عليه وسلم الفتنة من قبل المشرق،الجزء ٢١،الصفحة٤٨٩،الحديث٦٥٦٣)

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الفتن،باب قول النبى -صلى الله عليه و سلم -الفتنة من قبل المشرق،الجزء٣٥،الصفحة١٥٥،الحديث٧٠٩٢)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا، فتنہ یہاں سے اُٹھے گا۔فتنہ یہاں سے اُٹھے گا جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

شرح الحديث: اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ وإنما أشار إلى المشرق لأن أهله يومئذ كانوا أهل كفر فأخبر أن الفتنة تكون من تلك الناحية و كذلك كانت وهى وقعة الجمل و وقعة صفين ثم ظهور الخوارج فى أرض نجد و العراق وما وراء ها من المشرق

وكانت الفتنة الكبرى التي كانت مفتاح فساد ذات البين قتل عثمان رضي الله تعالى عنه وكان يحذر من ذلك ويعلم به قبل وقوعه وذلك من دلالات نبوته

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الفتن،باب قول النبي -صلى الله عليه وسلم -الفتنة من قبل المشرق،الجزء ٣٥،الصفحة ١٥٦،الحديث ٧٠٩٢)

یعنی مخبرِ صادق ﷺ نے اشارہ مشرق ہی کی طرف کیا، جہاں کے لوگ اُن دنوں کافر تھے،سرکارِ دو عالم ﷺ نے خبر دی کہ فتنہ اسی طرف سے اُٹھے گا اور ایسا ہی ہوا بھی، جنگِ جمل و جنگِ صفین اور خارجیوں کا ظہور سمتِ مشرق کے علاقے نجد وعراق اور اس کے پاس پڑوس ہی میں ہوا،اور فتنہ کبریٰ جو زبردست آپس کے انتشار اور خون ریزی کا سبب ہوا۔یعنی واقع شہادت حضرت عفان رضی اللہ عنہ بھی وہیں پیش آیا جس سے نبی کریم ﷺ تحذیر فرماتے تھے اور اس کے پیش آنے سے پہلے ہی جانتے تھے جو علامتِ نبوت سے ہیں۔

حدیث شام و یمن لکھنے کے بعد علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

الحدیث: والفتن تبدو من المشرق ومن ناحيتها يخرج يأجوج ومأجوج والدجال وقال كعب بها الداء العضال وهو الهلاك في الدين

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الفتن،باب قول النبي -صلى الله عليه وسلم -الفتنة من قبل المشرق،الجزء ٣٥،الصفحة ١٥٧،الحديث ٧٠٩٤)

یعنی اور فتنے مشرق سے پیدا ہونگے اور اس علاقہ سے یاجوج ماجوج ودجال کا بھی خروج ہوگا،کعب نے کہا کہ وہاں لاعلاج مرض ہیں اور وہ ہلاکت فی الدین ہے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: محمد بن عبدالوہاب اسی قبیلہ کا ہے اور اسی مقام میں پیدا ہوا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور اولیاء کرام سے بغض وعداوت مشہور ہے اور اس کے وارثین پر دیگر گستاخیوں کے علاوہ گنبدِ اقدس کے گرانے کا بھوت تا حال سوار ہے۔سال دوران ۱۴۲۸ھ کے رمضان المبارک میں فقیر مسجد النبوی شریف میں افطار میں بیٹھا تھا چند ساتھی ایک رسالہ لائے جو از اول تا آخر گستاخیوں سے پُر تھا۔صرف گنبدِ خضراء کی گستاخی ملاحظہ ہو۔

تعارفِ کتاب: زیارت مسجدِ مصطفی ﷺ کتاب کا نام ہے اور اس پر ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ کا لکھنا جہالت کی دلیل ہے اس کا مصنف شاہد محمد شفیق ہے۔داعیہ مکتبہ دعوت و توعية الجاليات بالرس عربی ،اُردو میں ہے کہ مدینہ طیبہ ودیگر مقامات پر مفت تقسیم کی گئی۔اس کے صفحہ ۱۴۸ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ مملکت سعودی عرب کو توفیق دے اسے (گنبدِ خضراء) سنتِ صحابہ کے مطابق کر دیں جیسا کہ بعض صحابہ میں قائم تھے یعنی گنبد خضراء

زمین بوس کردیں اور مسجد نبوی شریف اور آپ ﷺ کی قبر کے درمیان فصل (فرق) کردیں۔ (بلفظہٖ) کتاب فقیر کے پاس محفوظ ہے اس کے کُل صفحات ۱۵۷ ہیں۔

نوٹ: اس کے علاوہ اس کتاب میں بے شمار گستاخیاں لکھیں جس کا لکھنا، پڑھنا ناقابل برداشت ہے۔

انجامِ بد: میں تو چاہتا ہوں کہ ان بد بخت نجدی مولویوں کو اجازت ملنی چاہیئے تاکہ اُن کے ارادۂ بد پر انہیں عمل کرنے سے پہلے ان کا ستیاناس ہوجائے گا اور اہلِ حق کا بول بالا ہوجائے گا جیسے اسی رسالہ میں چند اعدائے گنبدِ خضراء کے واقعات فقیر عرض کرچکا ہے۔ اس پر مزید لکھنے کو تو جی چاہتا ہے لیکن موجودہ مسلمانوں کی بے حسّی دیکھ کر کچھ لکھنے کا دل گوارا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کے طفیل نجدیوں و دیگر اعدائے اسلام کے فتنوں اور شرارتوں سے ہم سب کو بچائے۔

(آمین)

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰے حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ